عرش کو اٹھانے کے معنی خدا تعالیٰ کی صفات کو ظاہر کرتے ہیں۔

چار صفات باری کا قیامت کے دن آٹھ ہونے کا مفہوم

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20 / اکتوبر 1995ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں۔

وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿۱۷﴾ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ؕ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿۱۸﴾ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿۱۹﴾ (الحاقہ: 17 تا 19)

پھر فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ کی صفات کے تعلق میں عرش کا کیا مفہوم ہے اس سلسلے میں دو خطبے پہلے گزر چکے ہیں اب یہ تیسرا بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ میں نے بیان کیا تھا کہ قرآن کریم میں کہیں بھی واضح طور پر فرشتوں کے عرش اٹھانے کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ ہاں استنباط کے طور پر، تشریحی ترجمے کے طور پر یہ ترجمہ ضرور ملتا ہے کہ فرشتے وہ عرش کو اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اس ضمن میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفسیر صغیر سے بھی حوالہ پیش کیا تھا کہ آپ نے بھی فرشتوں کے اٹھانے کا ذکر کیا ہے اس لئے کہیں کوئی اس مخمصے میں نہ پھنس جائے کہ گویا نعوذ باللہ میری بات میں اور حضرت مصلح موعودؓ کی بات میں تضاد ہے۔ کوئی تضاد نہیں بلکہ میں نے تو توجہ دلائی ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ فرشتوں کا جو مفہوم سمجھتے ہیں جس کو اپنی کتاب ملائکۃ اللہ میں بیان کیا ہے اس کی رو سے یہ ترجمہ

جائز بنتا ہے مگر وہ ترجمہ نہیں جو عامۃ الناس کے تصور میں فرشتوں کے اٹھانے کا خیال موجود ہے وہ بالکل غلط تصور ہے اس پر مبنی ہر خیال بھی غلط ہے۔

اس ضمن میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک حوالہ مجھے کراچی سے صغیر احمد صاحب چیمہ نے بھجوایا ہے جو اسی بات پر مزید روشنی ڈال رہا ہے جو میں نے بیان کی تھی، فرماتے ہیں:

ملائکہ تمام نظام عالم کی ابتدائی کڑیاں ہیں اور خدا تعالیٰ کے حکم کو چلانے والے ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے یَحۡمِلُوۡنَ الۡعَرۡشَ وَمَنۡ حَوۡلَهٗ یُسَبِّحُوۡنَ بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَیُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ وَیَسۡتَغۡفِرُوۡنَ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا (المومن:8) (یہ ترجمہ نہیں ہے معنے بیان فرمائے گئے ہیں) یعنی فرشتے جو عرش کو اٹھا رہے ہیں اور وہ بھی جو عرش کے گرد ہیں اپنے رب کی حمد کرتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور مومنوں کے قصوروں کے لئے معافی کی دعاؤں میں لگے رہتے ہیں۔ عرش کے معنے سورہ یونس نوٹ پانچ میں بیان کئے گئے ہیں اور ثابت کیا گیا ہے کہ اس سے مراد صفات الٰہیہ کے ظہور کے ہیں۔

یعنی عرش کوئی ایسی چیز نہیں جسے کوئی کندھا دے کر اٹھا لے۔ تو فرشتوں کا صفات الٰہی سے تعلق ہے اور قرآن کریم سے یہ قطعی طور پر ثابت ہے اور وہ آیات بھی اور اس سلسلے سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی عرش اور فرشتوں کا اکٹھا ذکر فرمایا ہے وہ میں حوالے آج آپ کے سامنے رکھوں گا تا کہ یہ مضمون پوری طرح کھل جائے، فرماتے ہیں:

”عرش کو اٹھانے کے یہ معنے ہوئے کہ خدا تعالیٰ کی صفات کو ظاہر کرتے ہیں“

اس سے زیادہ کوئی معنے نہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس مضمون کو اسی طرح کھولا ہے اور جو میں بات بیان کر رہا ہوں وہ بھی بعینہ یہی ہے کہ فرشتوں کے اس طرح کسی چیز کو اٹھانے کا قطعاً کوئی ذکر نہیں ملتا گویا وہ کوئی مادی چیز ہو جو فرشتوں کے کندھے پر رکھی گئی ہو بلکہ اس آیت کریمہ کی تشریح جو غالباً میں نے پچھلی دفعہ کی تھی، تو میں آپ کو بتاتا ہوں اس کی رو سے میں اول اس آیت کا اطلاق حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ ؐ کے

صحابہ پر کرتا ہوں اور وہی دعائیں جو فرشتوں کی بتائی گئی ہیں وہی حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ اور آپؓ کے صحابہ کی تھیں ۔ وہی تھے جو دن رات مومنوں کے لئے دعائیں مانگا کرتے تھے ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تھے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے دل پر جس طرح صفات باری تعالیٰ جلوہ گر ہوئی ہیں قرآن سے ثابت ہے کہ فرشتوں کے سردار پر بھی اس طرح صفات باری تعالیٰ جلوہ گر نہیں ہوئیں ۔ ورنہ معراج کی شب حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ قرب الٰہی کے لحاظ سے اس مقام تک نہ پہنچتے جس پر جبرائیل نہ پہنچ سکا اور یہ محاورہ استعمال ہوا ہے کہ اس کے پر جلتے تھے آگے جاتے ہوئے اور پر صفات ہی کا نام ہے ۔ پس اگر طاقت سے بڑھ کر بوجھ پڑے تو اس کو یوں کہا جا سکتا ہے اس کی طاقتیں جل گئیں ، اس میں طاقت نہیں رہی ، وہ بوجھ ایسا تھا جس نے کمر توڑ دی ۔

پس جو استعدادیں ملائکہ کو عطا نہیں ہوئیں ان استعدادوں سے تعلق میں صفات باری تعالیٰ کا حمل ان کے لئے ممکن ہی نہیں ہے ۔ ہاں وہ تمام صفات باری تعالیٰ جو انسانوں کے لئے بنائی گئیں ان پر بھی فرشتے مقرر ضرور ہیں کیونکہ وہ خدا کی نمائندگی میں ان صفات کی تیاری کے لئے قانون قدرت استعمال کرتے ہوئے انسان کو وہاں تک پہنچانے میں مددگار ثابت ہوئے ۔ باوجود اس کے کہ ان صفات کا ذاتی تجربہ اور فہم ان کو پیدا نہیں ہو سکتا تھا مگر اللہ کے امر سے وہ ایسا کرنے پر مجبور ہوئے اور یہی وہ منظر کشی ہے جو ابتدائے آفرینش سے متعلق قرآن کریم کھینچ رہا ہے کہ اللہ نے جب ذکر کیا کہ میں خلیفہ بنانے والا ہوں تو فرشتوں نے کہا خلیفہ بنائے گا تو یہ یہ کام کرے گا اور جب آدم کو خدا تعالیٰ نے وہ صفات سمجھائیں ، وہ اسماء بتائے جن کا آدم سے تو تعلق تھا ، فرشتے سمجھ نہیں سکتے تھے ۔ جب مقابل پر کھڑا کیا گیا تو فرشتوں نے لاعلمی کا اظہار کیا ۔ آدم نے وہ صفات بیان کی ہیں اور یہاں سب سے اول آدم کا معنی یعنی خلیفۃ اللہ ، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر صادق آتا ہے ۔ اس لئے جو بھی میں آپ کے سامنے یہ مضمون بیان کر رہا ہوں سو فیصدی قرآن پر مبنی اور قرآن کے ان اعلیٰ لطائف پر مبنی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی شان کے شایان ہیں اور کسی اور وجود پر وہ پورے آ ہی نہیں سکتے ۔ پس ملائکہ کا اٹھانا اسی لئے لفظاً ذکر نہیں ہے ۔ ضمناً معنی کئے جاتے ہیں ۔ اس لحاظ سے کہ ہر طاقت پر فرشتے مامور ہیں اور اس کو چلا رہے ہیں لیکن ان کو پوری طرح نہ بھی سمجھیں تو خدا کے امر کے تابع مجبور ہیں

اور اس پہلو سے وہ بھی انسان کامل کی خدمت پر مامور ہیں۔ پس وہ ساتھ دیتے ہیں انسان کامل کا وہاں تک جہاں سے آگے ان کی رسائی نہیں، جہاں ان کی طاقتیں جواب دے جاتی ہیں اور پھر انسان کامل اکیلا اس بوجھ کو اٹھاتا ہے جسے آسمانوں اور زمین نے اٹھانے سے انکار کر دیا تھا۔ یہ وہ بوجھ ہے جس کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ کو استعدادیں عطا کی گئیں جو بنی نوع انسان کو دی گئیں مگر کوئی ان سے کامل فائدہ نہ اٹھا سکا۔ اس لئے اس میں کوئی ناانصافی کا سلوک نہیں ہے۔ تمام استعدادیں اگرچہ انفرادی طور پر مختلف بھی ہیں مگر بنیادی طور پر جس کو Potential کہتے ہیں، Potential کے لحاظ سے ہر انسان کو عطا ہوئی ہیں۔ بعض نے ان کو استعمال کیا، بعضوں کو وہ Potential زیادہ عطا ہوئے اس وجہ سے نہیں کہ چونکہ Potential زیادہ تھے اس لئے انہوں نے بہتر نمونہ دکھایا۔ اس لئے کہ ان کے سجدے کا علم خدا کو تھا کہ اپنی تمام تر صفات کے ساتھ وہ سجدہ کریں گے۔ اس لئے انصاف کا تقاضا تھا کہ ان کو استعدادیں اس درجہ کامل تک عطا کی جاتیں جس تک ان کی روح سجدوں کے لئے تیار تھی۔ پس باریک نظر سے بھی دیکھیں تو خدا کے ہاں کوئی فیصلہ بھی بغیر حکمت بالغہ کے نہیں ہے اور کوئی ناانصافی کا مضمون نہیں ہے۔ اس دائرے میں رہتے ہوئے جو کامل وجود جو سب سے اوپر نکل گیا دراصل عرش کو اٹھانے والا وہ اور اس کے ساتھی ہیں یعنی صفات باری تعالیٰ کے درجہ کمال کو پہنچنے والا وہ وجود تھا۔

ابتداء میں یہ چار صفات تھیں جن کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ذکر فرمایا ہے اور وہ سورہ فاتحہ کے اندر بیان کردہ چار صفات باری تعالیٰ ہیں اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان تمام صفات کا مظہر کامل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو قرار دیا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ ہر صفت پر ایک فرشتہ مقرر ہے اور ہر صفت کو جاری کرنا، اس کی خدمت کرنا، قانون کو اس کے تابع چلانا یہ معین طور پر ایسے کام ہیں جو بعض فرشتوں کے سپرد کئے گئے ہیں لیکن دنیا میں تو چار ہیں اور آخرت میں پھر آٹھ کا ذکر ملتا ہے اور وہ بھی صفات ہی کا دراصل ذکر ہے جس کا نام فرشتہ رکھا جا سکتا ہے۔ اس پہلو سے وہ قابل اعتراض نہیں کیونکہ تمام صفات کے اجراء میں فرشتوں کا دخل ہے اور فرشتے خدمت پر مامور ہیں۔ اس پہلو سے جب وہ صفات کو جاری کرتے ہیں، ان کو انسانوں میں چلانے اور ان میں افزائش کے لئے کوشش کرتے اور تحریک کرتے ہیں تو اٹھانے والا تو دراصل انسان

ہی بنتا ہے لیکن ضمناً چونکہ فرشتوں کی خدمت کا حصہ ہے، یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہے۔ پس اس ضمن میں میں چار اور آٹھ کے مسئلے کو تو آپ کے سامنے پہلے حل کروں۔

قرآن کریم فرماتا ہے۔ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿۱۷﴾ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ۭ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿۱۸﴾ (الحاقہ: 17، 18)

جب آسمان پھٹ پڑے گا اور یہ بودا اور بے طاقت دکھائی دے گا، کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ اور اس دن تیرے رب کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہوگا۔ کون؟ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ اس دن آٹھ۔ اب وہ ثمانیہ چونکہ تانیث ہے اس لئے صفات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے صفات باری تعالیٰ کا ترجمہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے بعینہٖ اس مضمون کے مطابق ہے لیکن یہ بھی فرمایا کہ چونکہ فرشتوں کا صفات سے بھی تعلق ہے اس لئے گویا تمثیلی طور پر فرشتوں کو بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ اٹھائے ہوئے ہیں ورنہ حقیقت میں نہیں تمثیلی رنگ میں فرشتوں کو کہا جاتا ہے۔

یہاں تو آٹھ کا ذکر ہے اور دنیا میں چار صفات ہم پر روشن ہوئی ہیں یہ کیا حکمت ہے، یہ کیا فرق ہے۔ قیامت کے دن چار، آٹھ کیسے ہو جائیں گے۔ قرآن کریم میں سورہ فاطر میں اللہ تعالیٰ اس مضمون کے اوپر فرشتوں کی صفات کے تعلق میں روشنی ڈالتا ہے۔ فرماتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (فاطر: 2) تمام اور کامل اور حقیقی تعریف اللہ ہی کی ہے کہ جو آسمانوں اور زمین کا آغاز کرنے والا ہے، اس کی تخلیق کا آغاز کرنے والا ہے جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں کا بنانے والا ہے رُسُلًا پیغمبر کے طور پر، ان کے ذریعے سے کام لیتا ہے۔ جو خدا ان کو پیغام دیتا ہے اس پیغام کے مطابق وہ آگے ان کاموں کو جاری کرتے ہیں اس لحاظ سے وہ رسول ہیں اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ وہ پروں والے ہوتے ہیں مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ان میں دو پروں والے بھی ہیں اور تین تین پروں والے بھی اور چار چار والے بھی يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ مگر چار پر بات محدود نہیں رہے گی۔ جب اللہ چاہے گا اور جو چاہے گا وہ اپنی خلق میں اضافہ فرما دے گا۔ پس آٹھ اور چار میں تضاد نہیں ہے بلکہ اسی مضمون کو آگے بڑھایا گیا ہے جہاں آٹھ کا ذکر ملتا ہے اور پر صفات

ہیں اس میں قطعاً کوئی شک نہیں۔قرآن کریم واضح طور پر پروں کو صفات کے معنوں میں استعمال فرماتا ہے۔ان پر رحمت کے پَر جھکا دے،حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو فرماتا ہے،ان مومنوں پر اپنی رحمت کے پر جھکا دے۔پس پَروں کا اور بھی جگہ انہی معنوں میں،صفات کے معنوں میں ذکر ملتا ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ صفات ہیں جو فرشتوں کی ذاتی صفات نہیں ہیں،بعض صفات باری تعالیٰ سے ان کا تعلق ہے اور دنیا میں بنیادی صفات جو انسان پر ظاہر ہوئیں وہ چار صفات تھیں، مرنے کے بعد اگلی دنیا میں انہی صفات کو آٹھ فرمایا گیا۔اس میں ایک گہری حکمت ہے اول تو یہ وعدہ موجود تھا پہلے ہی جہاں چار صفات کا ذکر ہے وہاں وعدہ تھا کہ اور بھی خدا بڑھائے گا۔ یَشَآءُ کا مطلب ہے کہ ہوسکتا ہے آئندہ لامتناہی دور میں ان صفات میں سے اور صفات بھی پھوٹتی رہیں۔ اب کیسے بڑھتی ہیں یہ صفات؟ ربوبیت تو ربوبیت ہی ہے۔مگر یہاں جن چیزوں پر انسان کی اور زندگی کی ربوبیت ہو رہی ہے وہی چیزیں بعینہٖ اس دنیا میں اس کی ربوبیت کے لئے کافی نہیں ہیں بلکہ کام آسکتی ہیں۔کوئی روح روٹی کھا کر زندہ نہیں رہ سکتی۔اس کو روٹی کھانے کا نہ سلیقہ عطا کیا گیا ہے، نہ اعضاء عطا کئے گئے ہیں،نہ وہ معدہ،نہ وہ نظام انہضام،کچھ بھی اس کا نہیں ہے۔وہ کیسے چاٹے گی روٹی کے ٹکڑوں کو یا میٹھے کو یا نمک کو جو بھی خوراک اس دنیا میں ہے زندگی کے کسی حصے سے بھی تعلق رکھتی ہو وہ ربوبیت کا مظہر تو ہے لیکن اس دنیا میں ہم اسے جس طرح دیکھ رہے ہیں اخروی دنیا میں وہ خوراک بن کے تو آئے گی لیکن یہ خوراک نہیں ہوگی۔ جب لوگ سمجھیں گے یہ پھل تو ہمیں دنیا میں بھی عطا کئے گئے تھے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا (البقرہ: 26) وہ اور چیزیں ہیں۔تو متشابہ ہونا بتا رہا ہے کہ صفات باری تعالیٰ ایک ایسا جلوہ دکھائیں گی جو ربوبیت ہی کا جلوہ ہوگا لیکن متشابہ جلوہ ہوگا۔ پس اس پہلو سے صفات دگنی ہو جائیں گی اور یہی رحمانیت اور رحیمیت اور مالکیت کا حال ہے۔ ہر صفت باری سے جو یہاں بنیادی طور پر چار ہیں جن کا انسان کو علم دیا گیا ہے قیامت کے بعد خدا کے پاک بندوں پر وہ صفات ایک نئی شان کے ساتھ اس طرح پھوٹیں گی گویا ہر صفت کے بطن سے ایک اور صفت پھوٹ آئی ہے اور پھر آٹھ ہو جائیں گی اس پہلو سے اور اس میں بہت گہرائی ہے اس مضمون میں کیونکہ لطافتوں کا کوئی شمار نہیں،کوئی حد نہیں ہے۔پس جب Dimensions بدلیں گی تو صفات بھی ان Dimensions کے مطابق تبدیل ہوں گی۔ایک

Dimension سے دوسری میں جائیں گی تو دو کی بجائے چار دکھائی دیں گی دوسری سے تیسری میں جائیں گی تو چار کی بجائے آٹھ بھی دکھائی دے سکتی ہیں اور آٹھ کی بجائے سولہ بھی دکھائی دے سکتی ہیں لیکن آغاز کا جو ذکر ہے اس میں آٹھ کا وعدہ فرمایا گیا ہے لیکن یَزِیْدُ میں جو زائد کا وعدہ فرمایا گیا ہے اس میں حد بندی نہیں فرمائی۔ وہاں یہ نہیں کہا کہ میں آٹھ پر جا کر ٹھہر جاؤں گا یا سولہ یا چھتیس پر جا کے ٹھہر جاؤں گا اس میں ایک لامتناہی سلسلہ ہے جس کے امکانات کھول دیئے گئے ہیں۔ آگے جو بھی ہوگا ہم چونکہ ابھی تک آٹھ کو بھی پوری طرح سمجھ نہیں سکتے اس لئے اگلے مخمصے میں ہمیں ڈالا ہی نہیں گیا۔ اگلے مخمصے میں جب وہ منزل آئے گی خدا خود سمجھائے گا کہ وہ صفات میں کیا نئے رنگ پیدا فرماتا ہے اور کس طرح وہ صفات بڑھتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ پس یہ مضمون ہے چار اور آٹھ والا۔

اب میں آپ کے سامنے یہ عرض کروں گا کہ میں نے کہا تھا کہ وہ جو آیت کریمہ میں نے حضرت مصلح موعودؓ کے حوالے سے پہلے بھی پیش کی تھی۔ میں نے کہا تھا یہاں اول طور پر محمد رسول اللہ ﷺ جو مجسم ذکر الٰہی تھے وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ (الفتح: 30) وہ لوگ جو آپ کے ساتھ تھے جو محمد رسول اللہ ﷺ کے نور کو جو ذکر کا نور تھا اپنے گھروں میں بھی لے گئے، اپنے سینوں میں بھی انہوں نے داخل کر لیا اور سینوں میں سمیٹے ہوئے جس گھر میں گئے وہاں نور کی اور شمعیں پھوٹ پڑیں اور ایک نہیں رہی بلکہ زیادہ ہو گئے۔ پس قیامت کے دن جو ذکر ہے کہ فرشتے تو اردگرد ہوں گے اور ان کا لفظ ہے وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ (الزمر: 76) کہ فرشتے عرش کے اردگرد، چاروں طرف حَآفِّيْنَ ہوں گے یعنی تہہ بہ تہہ ایک دوسرے کے اوپر چڑھے ہوئے۔ یہ جو مضمون ہے اس پر ایک حدیث نبوی ﷺ پوری طرح روشنی ڈال رہی ہے اور لفظ حف ہی کا استعمال فرما کر آپؐ نے ہمیں سمجھا دیا کہ فرشتے کون ہیں اور وہ کون سا عرش ہے جس کے گرد یہ حاف ہوا کرتے ہیں، جس کے گرد یہ ہجوم در ہجوم تہہ بہ تہہ اکٹھے ہو جاتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: **عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال ان لِلّٰه تبارک و تعالی ملائكة سيارة فضلا يتبعون مجالس الذکر فاذا وجدو امجلسا فيه ذكره قعدو امعهم.**

یعنی ایسے فرشتے ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں جو صاحب فضیلت ہیں،

گھومنے پھرنے والے ہیں اور مجالس ذکر کے پیچھے چلتے ہیں جہاں ذکر الٰہی کی مجلس لگے اس کے تو وہ عاشق ہوتے ہیں گویا ہر وقت اس تاک میں رہتے ہیں کہ کہاں ذکر کی مجلس ملے تو وہ اس کے گرد اکٹھے ہو جائیں اور جو ذکر کی مجلس لگاتا ہے وہ انسان ہے وہ فرشتہ نہیں ہے۔ فرماتے ہیں **فاذا وجدوا مجلسا فيه ذكر** جب وہ ایسی مجلس کو دیکھتے ہیں یا پاتے ہیں جہاں ذکر الٰہی چل رہا ہو **قعد و امعهم** وہ ان کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں پھر کیا ہوتا ہے **و حف بعضهم بعضا** اور ہجوم کر کے ایک دوسرے سے لپٹتے ہیں، ایک دوسرے سے چمٹ جاتے ہیں جیسے بھیڑ لگ گئی ہو اس قدر وہ ایک دوسرے کے اوپر ٹوٹ پڑتے ہیں گویا کہ **باجنحتهم حتى يملاء مابينهم و بين السماء الدنيا** وہ اپنے پروں کے ساتھ جو ان کی صفات ہیں ان کے ساتھ وہ اکٹھے ہوتے ہوتے تہہ بہ تہہ اس طرح اونچے ہوتے چلے جاتے ہیں کہ آسمان تک، زمین سے آسمان تک سارے جوّ کو بھر دیتے ہیں اور یہ **سماء الدنيا** ہے۔ یعنی اس دنیا میں جب ذکر کی مجلس لگتی ہے تو چونکہ دنیا والوں سے تعلق ہے یہاں چار پروں والوں کا قصہ ہے اس لئے دنیا کے آسمان تک ان کا بیان فرمایا اس سے اوپر ان کا ذکر نہیں ملتا۔ **يملاء مابينهم وبين السماء الدنيا فاذا تفرقوا عرجو او صعدوا الى السماء** (مسلم کتاب الذکر باب فضل مجالس الذکر)۔ پس جب وہ بکھر جاتے ہیں ذکر کرنے والے تو فرشتے پھر صعود کرتے ہیں رب کی طرف اور اس سے پھر تذکرہ کرتے ہیں کہ ہم نے کیا کچھ دیکھا یہ مراد نہیں کہ اللہ کو علم نہیں مگر انسان کے ذکر کے گواہ بنا دیئے جاتے ہیں جس طرح قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صبح کی تلاوت وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا (بنی اسرائیل: 79) کہ جو فجر کی تلاوت ہوتی ہے وہ مشہود ہوتی ہے اس پر گواہ اکٹھے ہوتے ہیں اور وہ دیکھی جارہی ہوتی ہے تو دراصل مشہود سے یہ مراد نہیں کہ لوگ سن رہے ہیں، لوگ گواہ بن گئے ہیں، وہ فرشتے جو سیارہ ہیں جو ہر وقت گھومتے پھرتے ہیں اور یہاں لفظ سیارہ کا معنی بھی اس طرح نہیں ہے جیسے سورج چاند گھوم رہے ہیں ان کی صفات ایسی ہیں کہ وہ ہر وقت نظر رکھ رہے ہیں کہاں ذکر کی مجلس ہو اور وہاں ان کی توجہ مرکوز ہو جاتی ہے اور اسی طرح تلاوت قرآن جو صبح کے وقت اٹھتی ہے وہ ایسی پیاری لگتی ہے فرشتوں کو کہ وہ ہر ایسے قاری کے گرد اکٹھے ہو جاتے ہیں جو فجر کے وقت تلاوت قرآن کرتا ہے۔ فرمایا اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا۔ تو یہ مضمون ہے جو صفات باری تعالیٰ کا اور عرش کا مضمون

ہے۔اس لئے ہر انسان صاحب عرش ہو سکتا ہے اگر وہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی معیت کی کوشش کرے کیونکہ عرش کو اٹھانے والے دراصل محمد رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے مع ساتھ جو بھی ہیں وہ ہیں اور فرشتے اس مضمون میں مددگار ہیں اور فرشتوں کی مدد اور تائید کے بغیر یہ مضمون آغاز سے آخر تک تکمیل پا ہی نہیں سکتا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو ذریعہ بنا دیا ہے۔ یہ ہے عرش کا مضمون۔

اب میں اس سلسلے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض حوالے آپ کے سامنے رکھتا ہوں تا کہ حضرت اقدس کے الفاظ ہی میں آپ عرش کے مختلف پہلوؤں کو سمجھیں اور آئندہ یہ دھوکہ نہ لگے کہ کوئی نعوذ باللہ جسمانی چیز ہے جو مخلوق ہے، عرش مخلوق نہیں ہے۔ اگر صفات باری تعالیٰ ہے تو مخلوق ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے مخلوق چیزوں کا اس کو اٹھانے کا سوال کوئی نہیں اور فرشتے مخلوق ہیں۔ جَاعِلِ فرمایا ہے ان کو بنایا اللہ تعالیٰ نے اور ہمیشہ سے اللہ بہتر جانتا ہے کہ کتنی کائناتیں بنیں، کتنے فرشتے کب سے چلے آرہے ہیں مگر ازل سے کوئی فرشتہ خدا کے ساتھ نہیں ہے۔ ازل میں مختلف قسم کے وجود روحانی اور غیر روحانی خدا نے پیدا کئے ہیں اور کرتا چلا آیا ہے کیونکہ اس کی وفات معطل نہیں ہیں لیکن اس کے باوجود کوئی بھی تخلیق ازلی نہیں ہے۔ نظام تخلیق ازلی ہے کیونکہ یہ خالق کا نظام ہے۔ تخلیق فی ذاتہ ازلی نہیں ہے۔ اس لئے اس بات کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیں اور یہی وہ معنے ہیں جن کے لحاظ سے میں کہتا ہوں کہ خدا میں زمانہ نہیں پایا جاتا۔ تخلیق میں زمانہ پایا جاتا ہے اور تخلیق کا زمانہ جب ہم دیکھتے ہیں تو اس کے حوالے سے خدا کا ایک زمانہ دکھائی دیتا ہے۔ جو تخلیق کی زندگی کے دور میں خدا کے اور تخلیق کے تعلق میں ہمیں نظر آتا ہے ہم سمجھتے ہیں ایک زمانہ ہے۔ مگر زمانہ وہ تخلیق کا ہے مگر اللہ سے اس تخلیق کا جو تعلق قائم ہوتا ہے اس لئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس زمانے میں خدا کا ان سے یہ تعلق قائم ہوا لیکن زمانہ فی ذاتہ اللہ کا نہیں ہے کیونکہ وہ زمانوں سے بالا اور پاک ہے۔

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ فرماتے ہیں:۔

> ''مسلمانوں کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ عرش کوئی جسمانی اور مخلوق چیز ہے جس پر خدا بیٹھا ہوا ہے۔ تمام قرآن شریف کو اول سے آخر تک پڑھو اس میں ہرگز نہیں پاؤ گے کہ عرش بھی کوئی محدود چیز اور مخلوق ہے۔ خدا نے بار بار قرآن

شریف میں فرمایا ہے کہ ہر ایک چیز جو کوئی وجود رکھتی ہے اس کا میں پیدا کرنے والا ہوں۔ میں ہی زمین و آسمان اور روحوں اور ان کی تمام قوتوں کا خالق ہوں۔ میں اپنی ذات میں آپ قائم ہوں اور ہر ایک چیز میرے ساتھ قائم ہے۔ ہر ایک ذرّہ اور ہر ایک چیز جو موجود ہے وہ میری ہی پیدائش ہے (اگر فرشتے موجود ہیں تو اللہ کی پیدائش ہے، پیدائش بمعنی تخلیق) مگر کہیں نہیں فرمایا کہ عرش بھی کوئی جسمانی چیز ہے جس کا میں پیدا کرنے والا ہوں''۔

(نسیم دعوت، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ: 453)

اس لئے عرش صفات باری تعالیٰ کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا مگر وہ صفات جس دل پر جلوہ گر ہوں اس کو بھی جس طرح ہم فرشتوں کو کہتے ہیں عرش اٹھانے والے اول طور پر وہ دل عرش اٹھانے والا ہے نہ کہ کوئی اور:

''قرآن شریف میں لفظ عرش کا جہاں جہاں استعمال ہوا ہے اس سے مراد خدا کی عظمت اور جبروت اور بلندی ہے اسی وجہ سے اس کو مخلوق چیزوں میں داخل نہیں کیا اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور جبروت کے مظہر چار ہیں''۔

(نسیم دعوت، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 455)

ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ چار مظہر سورہ فاتحہ میں درج وہ ام الصفات ہیں یعنی وہ چار صفات جو خدا تعالیٰ کی ایسی چار مرکزی صفات ہیں جن سے وہ تمام صفات پھوٹتی ہیں جن کا بنی نوع انسان سے تعلق تھا جن کا اس کائنات سے تعلق ہے کیونکہ ساری کائنات کا اور اس کی صفات کا بنی نوع انسان سے تعلق ہے۔ جب ان سب کو مسخر کیا ہے خدمت پر تو ہر صفت جو پیدا فرمائی گئی ہے اس کائنات میں خواہ وہ دور ترین کے پیچھے ہٹتے ہوئے سیاروں میں پائی جائے اس نے انسان کی پیدائش پر اور اس کی صفات پر ضرور کچھ اثر چھوڑا ہے۔ یہ ہے وہ مضمون جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کھول رہے ہیں:

''خدا تعالیٰ کی عظمت اور جبروت کے مظہر چار ہیں''۔

ان مظاہر کو جو صفات کے مظہر کے طور پر استعمال ہوتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام

فرماتے ہیں کہ:

’’وید کے رو سے چار دیوتے کہلاتے ہیں مگر قرآنی اصطلاح کی رو سے ان کا نام فرشتے بھی ہے‘‘۔ (نسیم دعوت، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ: 455، 456)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’ایک اور اعتراض مخالف لوگ پیش کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ قرآن شریف کے بعض مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن عرش کو آٹھ فرشتے اٹھائیں گے جس سے اشارۃ النص کے طور پر معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں چار فرشتے عرش کو اٹھاتے ہیں۔۔۔‘‘۔

تو دراصل وہ چار صفات باری تعالیٰ ہی ہیں اور اشارۃ النص اس سے بھی ہے اور اس آیت کریمہ سے بھی جس کا میں نے ذکر کیا ہے کہ چار چار صفات والے فرشتے بھی ہیں، دو دو سے شروع کیا ہے جس طرح چار شادیوں کی اجازت میں بھی مثنیٰ و ثلث و ربع ہے لیکن اول تو موجود ہی ہوتا ہے اس کے علاوہ دو دو بھی ہیں تین تین بھی اور چار چار یہ مراد ہے اس کی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

’’۔۔۔جس سے اشارۃ النص کے طور پر معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں چار فرشتے عرش کو اٹھاتے ہیں اور اب اس جگہ اعتراض یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ تو اس بات سے پاک اور برتر ہے کہ کوئی شخص اس کے عرش کو اٹھاوے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ابھی تم سن چکے ہو کہ عرش کوئی جسمانی چیز نہیں جو اٹھائی جائے یا اٹھانے کے لائق ہو بلکہ صرف تنزّہ اور تقدّس کے مقام کا نام عرش ہے۔۔۔‘‘

اس کی تشریح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے الفاظ میں یہاں بھی اور آگے بھی آئے گی۔

’’۔۔۔اسی لئے اس کو غیر مخلوق کہتے ہیں ورنہ ایک مجسم چیز خدا کی خالقیت سے کیونکر باہر رہ سکتی ہے اور عرش کی نسبت جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ سب استعارات ہیں۔ پس اسی سے ایک عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ ایسا اعتراض

محض حماقت ہے۔اب ہم فرشتوں کے اٹھانے کا اصل نکتہ ناظرین کو سناتے ہیں۔۔۔''

جہاں استعارۃً فرشتوں کا ذکر ہے کہ وہ اٹھائے ہوئے ہیں وہ لفظی ترجمہ نہیں ہے بلکہ استعارہ ہے۔

''۔۔۔اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے تنزّہ کے مقام میں یعنی اس مقام میں جبکہ اس کی صفت تنزّہ اس کی تمام صفات کو روپوش کر کے اس کو وراء الوراء اور نہاں درنہاں کر دیتی ہے۔جس مقام کا نام قرآن شریف کی اصطلاح میں عرش ہے۔تب خدا عقول انسانیہ سے بالاتر ہو جاتا ہے اور عقل کو طاقت نہیں رہتی کہ اس کو دریافت کر سکے تب اس کی چار صفتیں جن کو چار فرشتوں کے نام سے موسوم کیا گیا ہے جو دنیا میں ظاہر ہو چکی ہیں اس کے پوشیدہ وجود کو ظاہر کرتی ہیں۔۔۔''

چار صفتیں ہیں جن کو فرشتوں کا نام دیا گیا ہے مگر ہیں صفات اور ربوبیت فی ذاتہ فرشتہ نہیں ہے کیونکہ یہ بات سمجھنے کے لائق ہے کوئی شخص اس کو پڑھ کر یہ غلط نتیجہ نہ نکال لے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرشتوں کو صفات اور صفات کو فرشتے کہہ رہے ہیں۔ان صفات کو فرشتوں کا نام دیا گیا ہے مگر ہیں صفات اور وہ صفات ازلی ہیں اور فرشتے ازلی نہیں ہیں۔ وہ صفات ازلی ہیں اور صفات ازلی خدا کی ذات کا نام ہی ہے کیونکہ کوئی وجود اپنی صفات کے بغیر وجود ہی نہیں رہتا۔ پس صفات باری تعالیٰ اس کے وجود کا مظہر ہیں اور اظہار کے طور پر فرشتوں کا نام بھی دیا گیا ہے مگر کن چار صفات پر فرشتوں کے نام کا اطلاق ہے اور وہ سورہ فاتحہ کی چار صفات ہیں۔

''اول ربوبیت جس کے ذریعہ سے وہ انسان کی روحانی اور جسمانی تکمیل کرتا ہے۔ چنانچہ روح اور جسم کا ظہور ربوبیت کے تقاضا سے ہے اور اسی طرح خدا کا کلام نازل ہونا اور اس کے خارق عادت نشان ظہور میں آنا ربوبیت کے تقاضا سے ہے''۔(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ:278،279)

ربوبیت کی دو تشریحیں فرمائی گئی ہیں ایک یہ کہ ''روح اور جسم کا ظہور ربوبیت کے تقاضا

سے ہے'' یہ اللہ کی صفت ربوبیت ہے جس کے نتیجے میں جسم کا بھی ظہور ہوا اور بالآخر روح کا بھی وجود قائم ہوا۔ ''اور اسی طرح خدا کا کلام نازل ہونا اور اس کے خارق عادت نشان ظہور میں آنا ربوبیت کے تقاضا سے ہے''۔ یعنی اس دنیا ہی میں جو خلق آخر نصیب ہوتی ہے اور مذہب نازل ہوتا ہے، کلام الٰہی اترتا ہے تو جس طرح مادی ضرورتوں کے لئے جسمانی غذائیں بنائی گئیں ربوبیت کے تابع تاکہ جسم کو سنبھالیں اسی طرح روح کو سنبھالنے کے لئے اور اسے زندہ رکھنے کے لئے روحانی غذاؤں کا نزول ہوتا ہے اور وہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اوامر کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ اگر ان کو ترک کر دیں گے تو روح میں زندگی کے لئے کوئی طاقت باقی نہیں رہے گی۔ اس کے بغیر تو انسان مردہ ہو جاتا ہے۔

پس اس پہلو سے آپ نے فرمایا کہ ربوبیت نے دونوں تقاضوں کو پورا فرمایا ہے۔ جسم اور روح کی پیدائش خود ربوبیت کے نتیجے میں اور دونوں کو زندہ رکھنے کے لئے الگ الگ نظام جاری فرما دیئے اور وہ نظام کیا ہے جو روح کی غذا کے لئے ہے۔ ''خدا کا کلام نازل ہونا اور اس کے خارق عادت نشان کا ظہور میں آنا'' ہے۔ حیرت انگیز اعجاز دکھاتا ہے تاکہ روح زندہ رہے۔ کئی دفعہ آپ کہتے ہیں جی ایسا خدا نے معجزہ دکھایا، ایسا نشان کہ روح تازہ ہوگئی، ایمان زندہ ہوگیا۔ تو یہی معنے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کہ صرف کلام الٰہی کے ذریعے جو شریعت نازل ہوئی ہے وہ روح کی غذا کے لئے ضروری ہے مگر بعض دفعہ بے اختیار دل سے آواز اٹھتی ہے کہ آہا ہا، کیا دیکھا ہے ہم نے۔ روح زندہ ہوگئی۔ نئی زندگی مل گئی ایمان کو۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے دن رات موسموں میں سے ہم گزرتے ہیں کئی ایسی بھی گھٹائیں اٹھتی ہیں لہردار اور مست کہ ان کو دیکھ کر انسان عش عش کر اٹھتا ہے کہ روح تازہ ہوگئی حالانکہ وہ گھٹائیں نہ بھی ہوتیں تب بھی ان کا جسم زندہ ہی رہتا۔ تو خدا کی ربوبیت میں سے بعض اور ربوبیت کے جلوے یوں پھوٹتے ہیں کہ انسان کا جسم بھی عش عش کر اٹھتا ہے اور اس کی روح بھی عش عش کر اٹھتی ہے۔ تو معجزے یہ کام دکھاتے ہیں جو ربوبیت کا دائمی حصہ ہیں۔ حیرت انگیز خوب صورت مناظر اور موسموں میں حیرت انگیز پاک تبدیلیاں جو انسانی زندگی کو لطف سے بھر دیتی ہیں یہ دنیاوی معزہ ہے اور روح کے لئے بھی خدا نے معجزے مقرر فرمائے ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریر کو غور سے پڑھیں ایک ایک دو دو فقروں میں حیرت انگیز مضامین کو

سمیٹا گیا ہے۔

''دوم خدا کی رحمانیت جو ظہور میں آ چکی ہے یعنی جو کچھ اس نے بغیر پاداش اعمال بے شمار نعمتیں انسان کے لئے میسر کی ہیں یہ صفت بھی اس کے پوشیدہ وجود کو ظاہر کرتی ہے۔۔۔''

رحمانیت کی تفصیلات میں اس وقت جانے کا وقت نہیں لیکن میں پہلے بھی بعض خطبوں میں رحمانیت ہی کے موضوع پر گفتگو کر چکا ہوں۔ بے شمار ایسے اللہ تعالیٰ نے انسان کی زندگی کی نشو و نما کے لئے اور آئندہ ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے مخفی خزانے اکٹھے کر رکھے ہیں کہ جن کا ہر زمانے کے انسان سے تعلق نہیں ہے، ان کے بغیر انسان ویسے بھی زندہ رہ سکتا تھا مگر ہر آنے والی ضرورت کا خیال رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے انسانی ضرورت کے لئے مخفی خزانے محفوظ کر رکھے ہیں۔ یہ رحمانیت ہے جو بن مانگے دیتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہی فرما رہے ہیں کہ دوسرا خدا کی رحمانیت ہے یعنی جو کچھ اس نے بغیر پاداش اعمال، یہ رحمانیت کی روح ہے۔ عمل کے نتیجے میں نہیں بلکہ عمل کرنے والا ابھی پیدا نہیں ہوا اور پھر بھی خدا تعالیٰ نے آئندہ اس کی ضرورتوں کے پیش نظر جو رحمت کے جلوے دکھائے ہیں یہ اس کی دوسری صفت ہے جس کا خدا کی تمام صفات سے ایک بنیادی تعلق ہے۔

''۔۔۔تیسری خدا کی رحیمیت ہے اور وہ یہ کہ نیک عمل کرنے والوں کو اول تو صفت رحمانیت کے تقاضا سے نیک اعمال کی طاقتیں بخشتا ہے اور پھر صفت رحیمیت کے تقاضا سے نیک اعمال ان سے ظہور میں لاتا ہے۔۔۔''

یہ بھی توفیق الٰہی سے ہوتا ہے کہ جو صلاحیتیں ہیں ان کو نیک محل پر استعمال کر کے فائدہ بھی تو اٹھائے ورنہ بے کار بیٹھا رہے تو چلنے کی بھی طاقت باقی نہیں رہتی۔ دو ہفتے کی بیماری سے ٹانگوں کی جان نکل جاتی ہے۔ تو رحیمیت رحمانیت کو دائم اور جاری و ساری رکھنے کے لئے ایک اور صفت ہے اور رحمانیت کے جلوے جو بار بار رحیمیت کے ذریعے ظہور ہوتے ہیں ان کی تفصیل تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت جگہ لکھی ہے یہاں صرف اتنا فرمایا ہے کہ پھر صفت رحیمیت کے تقاضا سے نیک اعمال ان سے ظہور میں لاتا ہے جو رحمانیت کے تقاضا سے استعدادوں کے طور پر ان کو ملے ہوئے ہوتے ہیں۔

ان استعدادوں سے وہ پھر نیک اعمال رونما ہونے میں رحیمیت مدد فرماتی ہے۔

”۔۔۔اور اس طرح پر ان کو آفات سے بچاتا ہے اور یہ صفت بھی اس کے پوشیدہ وجود کو ظاہر کرتی ہے۔ چوتھی صفت مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ کی ہے یہ بھی اس کے پوشیدہ وجود کو ظاہر کرتی ہے کہ وہ نیکوں کو جزاء اور بدوں کو سزا دیتا ہے۔۔۔“

یہ بہت ہی اختصار سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا ہے کیونکہ چشمہ معرفت میں ایک ہندوؤں کو عقل دینے کے لئے، ان کو سمجھانے کے لئے، ان کے فلسفوں کے رد کے طور پر قرآنی فلسفہ کے ایسے نکات ان کے سامنے رکھے مثالیں دے دے کر کہ ان کو سمجھ آئے اور ان کے وید سے بھی وہ حوالے پیش کئے جن سے وہ سمجھیں کہ ہم نے خود وید ہی کی تعلیم کو غلط سمجھا تھا اور قرآنی تعلیم ہی ہے جو وید کو بھی سچا کر کے دکھاتی ہے ورنہ اس تعلیم کی روشنی کے بغیر وید محض جھوٹی ثابت ہوتی ہے۔ یہ طرز کلام ہے اس لئے یہاں بہت تفصیل بیان نہیں فرمائی، ضمناً ذکر فرمایا ہے۔

”۔۔۔یہ چاروں صفتیں ہیں جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔“

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ: 279)

اب دیکھ لیں یہ صفتیں ہیں جو اٹھائے ہوئے ہیں اس لئے ملائکہ کے حوالے سے تمثیل کے طور پر عرش اٹھانے کا ذکر ملتا ہے اور یہ صفات کس نے اٹھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات تو خود خدا اس کی ہیں، اٹھانے کا مطلب یہاں صرف یہ بنے گا ان معنوں میں کہ جس کے دل پر جلوہ گر ہوئیں، جس کی روح جس کے مزاج میں سرایت کر گئیں۔ اس پہلو سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کیونکہ صفات باری تعالیٰ کو اپنی ذات میں، اپنے وجود پر اٹھانے میں درجہ کمال کی انتہا کو پہنچ گئے وہ آخری انتہا جہاں تک کمال پہنچ سکتا تھا۔ اس لئے میں بار بار یہ کہتا ہوں کہ میرے نزدیک عرش کا اعلیٰ اور ارفع معنی جو اس دنیا میں ہیں دکھائی دیتا ہے وہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا دل ہے جس پر عرش الٰہی جلوہ گر ہوا ہے۔ پس یہاں بھی ہم تمثیلاً دل کو عرش کہتے ہیں مگر دل عرش نہیں ہے۔ دل پر عرش نازل ہوا ہے یعنی صفات باری تعالیٰ نازل ہوئی ہیں۔ وَحَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ (الاحزاب: 73) اب آپ کو سمجھ آئے گی کہ وَحَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ کے کیا معنے ہیں۔ آسمان، زمین، پہاڑوں اور ہر چیز نے انکار کر دیا کہ ہم

ان صفات کو نہیں اٹھا سکتے وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ دیکھو محمد مصطفی ﷺ انسان کامل آگے بڑھا اور ان کو اٹھالیا۔

پس جب میں کہتا ہوں عرش الٰہی محمد رسول اللہ ﷺ کا دل ہے تو دل فی ذاتہ نہیں ہے بلکہ انسان کو جو استطاعت بخشی گئی ہے، استعداد اور طاقت بخشی گئی ہے کہ صفات باری تعالیٰ کو اپنی ذات میں جاری کرے اور اس کا مظہر بن جائے۔ پس جب فرشتے مظہر ہوتے ہیں تو ان کو عرش اٹھانے والا کہہ دیا جاتا ہے۔ جب انسان مظہر ہوتے ہیں تو پھر ان انسانوں کو عرش اٹھانے والا کہہ دیا جاتا ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس اٹھانے میں اکیلے نہ رہے بلکہ اپنے ساتھ وہ دوسرے نور پیدا کر دیئے جو عرش کو اٹھانے میں آپ کے ساتھ تھے اور وہ دعائیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ نے ہمیشہ کیں۔ قرآن نے ان دعاؤں کو عرش اٹھانے والوں کی طرف منسوب فرما دیا، یہ ہیں جنہوں نے آسمان اٹھا رکھا ہے۔ اس کو صوفیاء اپنی اصطلاح میں بعض دفعہ قطب کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ چار قطب ہوتے ہیں جنہوں نے آسمان اٹھا رکھا ہے۔ اب جو بے چارے تماش بین ہیں، جن کو پتا ہی نہیں کہ صوفی ازم ہے کیا۔ اس کے عرفان کے معنے کیا ہیں؟ وہ سمجھتے ہیں کہ چار قطب ہر جگہ کہیں موجود ہیں انہوں نے عرش کو اپنے سر پر اٹھا رکھا ہے حالانکہ وہ قطب یہی صفات باری تعالیٰ کے مظہر ہیں اور امت محمدیہ میں صرف رسول اللہ ﷺ کے زمانے ہی میں نہیں بلکہ اس صوفی اصطلاح سے پتا چلتا ہے جس کی بنیاد ہے حقائق پر، ہر زمانے میں محمد رسول اللہ ﷺ کے ایسے غلام ہیں جو اقطاب کہلاتے ہیں، پیدا ہوتے رہتے ہیں اور کوئی ایک صفت کی جلوہ گری میں کمال حاصل کر لیتا ہے، کوئی دوسری صفت کی جلوہ گری میں کمال حاصل کر لیتا ہے لیکن چاروں صفات کا مظہر کامل حضرت محمد مصطفی ﷺ کے سوا دنیا میں کبھی نہ پیدا ہوا، نہ ہوگا سوائے اس کے کہ آپؐ کی غلامی کے اندر آ کر اپنی شخصیت کو مٹا دے اور آپ کا نام اس پر اطلاق پائے ورنہ الگ وجود پیدا نہیں ہو سکتا، ناممکن ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

> ’’خدا تعالیٰ نے تمام اجرام سماوی وارضی پیدا کر کے پھر اپنے وجود کو وراء الوراء مقام میں مخفی کیا جس کا نام عرش ہے۔۔۔‘‘

اب عرش کا ایک معنی وہ ہے جو چار صفت کے حوالے سے اس دنیا میں انسانوں پر ظاہر ہے

اور یہ صفات مخفی نہیں ہیں۔ مگر ان صفات کے کچھ اور بھی مظاہر ہیں جن کا انسان سے تعلق نہیں ہے، ذات باری سے تعلق ہے اور وہ لامحدود صفات ہیں۔ خدا تعالیٰ کا اس طرح ان صفات کی طرف لوٹنا جو جسمانی لوٹنا نہیں ہے بلکہ ایک تنزیہی مقام ہے گویا وہ ان صفات پر بیٹھ گیا ہے جا کے۔ یہ کیا چیز ہے، اس میں حکمت کیا ہے، کیوں فرمایا گیا ہے، ان امور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام روشنی ڈال رہے ہیں۔ فرماتے ہیں:

''۔۔تمام اجرام سماوی وارضی پیدا کر کے پھر اپنے وجود کو وراء الوراء مقام میں مخفی کیا جس کا نام عرش ہے اور یہ ایسا نہاں درنہاں مقام ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کی چار صفات ظہور پذیر نہ ہوتیں جو سورہ فاتحہ کی پہلی آیات میں ہی درج ہیں تو اس کے وجود کا کچھ پتا نہ لگتا۔۔۔''

یعنی اس مقام اخفاء میں خدا کا چلے جانا ایسا کامل ہوتا ہے کہ اگر بندوں پر ان صفات کا جلوہ عطا کر کے اپنے تعلق کو ہمیشہ قائم نہ رکھتا تو جس مقام تنزہ میں وہ جاتا ہے اس مقام کی انسان کے وہم و گمان میں بھی طاقت نہیں تھی کہ وہاں پہنچ سکتا:

''یعنی ربوبیت، رحمانیت اور رحیمیت مالک یوم الجزا ہونا۔ سو یہ چاروں صفات استعارہ کے رنگ میں چار فرشتے خدا کی کلام میں قرار دیئے گئے ہیں''۔ (چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد: 23 صفحہ: 279، حاشیہ)

پس استعارۃً معنی کئے جاتے ہیں فرشتے حقیقی معنے نہیں ہیں۔ یہ صفات ہی ہیں جن کو استعارۃً فرشتے کہا جاتا ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''یہ چاروں صفتیں دنیا میں ہی کام کر رہی ہیں مگر چونکہ دنیا کا دائرہ نہایت تنگ ہے اور نیز جہل اور بے خبری اور کم نظری انسان کے شامل حال ہے اس لئے یہ نہایت وسیع دائرے صفات اربعہ کے اس عالم میں ایسے چھوٹے نظر آتے ہیں جیسے بڑے بڑے گول ستاروں کے دور سے صرف نقطے دکھائی دیتے ہیں''۔

یہ بھی حیرت انگیز کلام ہے جو انسانی فطرت کی پاتال میں اتر کر اس کی حقیقتیں بیان کرنے

والا کلام ہے۔ باوجود اس کے کہ یہ چاروں صفات اس شان سے جلوہ گر ہیں کہ ان کے چھپنے، ان کے مخفی ہونے کا سوال ہی کوئی نہیں پیدا ہوتا۔ کون سی وہ جگہ ہے، کون سی وہ فضا ہے جہاں رحمانیت جلوہ گر نہیں، جہاں ربوبیت جلوہ گر نہیں، جہاں رحمانیت نہیں اس کی مالکیت کی شان جلوہ گر نہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ انسان ایسا غافل ہے کہ اس کو بہت دور کی نظر میں کہیں کہیں دکھائی دیتا ہے یعنی زندگی میں شاذ کے طور پر اس کو محسوس ہوتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے۔ کبھی دھیان جاتا ہے، غور کرتا ہے، ہاں شاید رحمان بھی ہے۔ فرمایا، یہ عجیب شان ہے قریب تر ہوتے ہوئے بھی دور تر بھی ہو جاتا ہے معنے ہیں، اس کے یعنی ایک معنے یہ بھی ہیں۔ بعض انسانوں کے قریب تر ہے جن کو ہر وقت خدا تعالیٰ کی صفات دکھائی دیتی ہیں ہر جلوے میں، صبح شام، اٹھتے بیٹھتے یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ (آل عمران: 192) وہ کھڑے ہو کے بھی یاد کرتے ہیں، بیٹھ کے بھی یاد کرتے ہیں، پہلوؤں کے بل لیٹے ہوئے بھی یاد کرتے ہیں ان کو ہر طرف، چاروں طرف، صفات باری تعالیٰ دکھائی دیتی ہیں اور وہ ہیں جن کو بہت دور دکھائی دیتا ہے خدا۔ تو خدا بیک وقت قریب بھی ہے اور دور بھی ہے۔ مگر جسمانی لحاظ سے قریب ہوتا یا ہٹتا ہوا نہ دکھائی دیتا ہے نہ وہ کبھی ایسا کرتا ہے۔ اپنی جلوہ گری میں بیک وقت وہ نزدیک بھی ہے اور دور بھی ہے، شہ رگ کے قریب بھی ہے۔

”۔۔۔ لیکن عالم معاد میں پورا نظارہ ان صفات اربعہ کا ہوگا اس لئے حقیقی اور کامل طور پر یَوۡمِ الدِّیۡنِ وہی ہوگا جو عالم معاد ہے۔۔۔“

جو آخر پر جہاں پہنچنا ہے ہم سب نے وہ عالم جو ہے اس میں اس کا پورا نظارہ ہوگا۔

”اس عالم میں ہر ایک صفت ان صفات اربعہ میں سے دوہری طور پر اپنی شکل دکھائے گی“۔

اب دیکھیں یہ پڑھ کے میری روح وجد میں آ گئی کیونکہ میری پہلے اس پر نظر نہیں تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات یقین کی طرح گاڑ دی تھی کہ یہی چار صفات ہیں جو بصارت کی تیزی کے نتیجے میں، روح کی نئی لطافتوں کے نتیجے میں دگنی ہو کے دکھائی دیں گی اور قرب کے نتیجے میں ایک چیز بڑی دکھائی دیتی ہے۔ اب دیکھیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بعینہٖ یہی بات فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں:

''اس وقت یہ چار صفتیں آٹھ معلوم ہوں گی۔اسی کی طرف اشارہ ہے جوفرمایا گیا ہے کہ اس دنیا میں چار فرشتے خدا تعالیٰ کا عرش اٹھا رہے ہیں اور اس دن آٹھ فرشتے خدا تعالیٰ کا عرش اٹھائیں گے۔ یہ استعارہ کے طور پر کلام ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی ہر صفت کے مناسب حال ایک فرشتہ بھی پیدا کیا گیا ہے۔۔۔''

مگر صفت کے مناسب حال پیدا کیا گیا ہے وہ خود وہ صفت نہیں ہے۔اس لئے چار صفات کے متعلق چار فرشتے بیان کئے گئے اور جب آٹھ صفات کی تجلی ہوگی تو ان صفات کے ساتھ آٹھ فرشتے ہوں گے کیونکہ ان صفات کے مناسب حال فرشتہ پیدا کیا جائے گا۔

اور چونکہ یہ صفات الوہیت کی ماہیت کو ایسا بھنا اپنے اوپر لئے ہوئے ہیں کویا اس کو اٹھا رہے ہیں۔ یہ صفات ہیں جو الوہیت کی ماہیت کو گویا ایسے اپنے اوپر لئے ہوئے ہیں گویا اس کو اٹھا رہے ہیں۔

''اس لئے استعارہ کے طور پر اٹھانے کا لفظ بولا گیا ہے۔ ایسے استعارات لطیفہ خدا تعالیٰ کی کلام میں بہت ہیں جن میں روحانیت کو جسمانی رنگ میں دکھایا گیا ہے۔۔۔'' (ایام الصلح۔روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 252-251)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''اب واضح ہو کہ خدا تعالیٰ نے اس سورۃ میں ان چار صفتوں کو اپنی الوہیت کا مظہر اتم قرار دیا ہے اور اسی لئے صرف اس قدر ذکر پر نتیجہ مترتب کیا ہے کہ ایسا خدا کہ یہ چار صفتیں اپنے اندر رکھتا ہے وہی لائق پرستش ہے اور درحقیقت یہ صفتیں بہر وجہ کامل ہیں اور ایک دائرہ کے طور پر الوہیت کے تمام لوازم اور شرائط پر محیط ہیں کیونکہ ان صفتوں میں خدا کی ابتدائی صفات کا بھی ذکر ہے اور درمیانی زمانوں کی رحمانیت اور رحیمیت کا بھی ذکر ہے اور پھر آخری زمانہ کی صفت مجازات کا بھی ذکر ہے اور اصولی طور پر کوئی فعل اللہ تعالیٰ کا ان چار صفتوں سے باہر نہیں۔ پس یہ چار صفتیں خدا تعالیٰ کی پوری صورت دکھاتی ہیں سو

درحقیقت استواء علی العرش کے یہی معنے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی یہ صفات جب دنیا کو پیدا کر کے ظہور میں آ گئیں تو اللہ تعالیٰ ان معنوں سے اپنے عرش پر پوری وضعِ استقامت سے بیٹھ گیا کہ کوئی صفت صفات لازمہ الوہیت سے باہر نہیں رہی اور تمام صفات کی پورے طور پر تجلی ہو گئی جیسا کہ جب اپنے تخت پر بادشاہ بیٹھتا ہے تو تخت نشینی کے وقت اس کی ساری شوکت ظاہر ہوتی ہے۔''

(نسیم دعوت۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 457-455۔ حاشیہ)

پس اس تخت کا ایک اور معنی بھی بیان فرما دیا۔ پس یہ خیال کرنا کہ ایک جگہ فلاں معنی کیا گیا ہے، دوسری جگہ فلاں معنی کیا گیا، یہ جہالت ہے۔ خدا تعالیٰ کے کلام میں بہت سے بطون ہیں اور اس کی صفات کو الٹ پلٹ کے دیکھیں تو نئے جلوے اس میں دکھائی دیتے ہیں۔ کُلَّ یَوۡمٍ ہُوَ فِیۡ شَاۡنٍ (الرحمان: 30) کا یہی مطلب ہے۔ صفات اگر ننانوے ہیں جو ہمیں بتائی گئی ہیں تو ہر یوم جو بے شمار زمانوں پر اطلاق پاتا ہے۔ اس میں نئی جلوہ گری کیسے ہو سکتی ہے اگر صفات نوع بہ نوع جلوے نہ دکھائیں اور اس پہلو سے عرش الٰہی جو صفات کا نام ہے اس کے بھی مختلف جلوے ہیں۔ پس ایسی بحثوں میں نہ پڑو جو تمہاری استطاعت اور سمجھ سے باہر کی بات ہے۔ وہاں تو فرشتوں کے بھی پر جل گئے۔

محمد رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے ہم اس عرش کی باتیں سنتے اور سمجھتے ہیں جن کی رویت صرف ایک انسان کامل کو ہوئی یعنی حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ اور اس رویت کو اس نے اس طرح دیکھا جس نے اپنی آنکھیں چھوڑ دیں اور محمد رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں اختیار کر لیں۔ اپنا دماغ ترک کر دیا اور محمدؐ رسول اللہ کے دماغ میں مدغم ہو گیا۔ اپنے نفس کے، اپنے ورد، ذکر، اپنے دل کے ہر تقاضے کو قربان کر دیا اور محمد رسول اللہ ﷺ آپ کے دل پر اس طرح مستوی ہوئے جس طرح اللہ محمد رسول اللہ ﷺ کے دل پر مستوی تھا۔ پس آپ کی آنکھوں سے، آپؐ کے دل سے، آپؐ کی کیفیات سے آپ نے خدا کو دیکھا اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، یہ آپؑ کا مرتبہ اور مقام ہے۔ اس کو سمجھتے ہوئے ہمیں بھی انہی راہوں پر قدم آگے بڑھانے کی کوشش کرنی چاہئے لیکن توفیق خدا سے ہی مانگنی ہوگی۔ اس کی توفیق کے بغیر ایک قدم اٹھانا بھی اس راہ میں ممکن نہیں۔

خطبہ ثانیہ سے پہلے یہ اعلان کرنا تھا وہ میں نے نہیں کیا غالباً۔ آج کے جمعہ میں دعائیہ اعلان کے لئے ایک بھارت کی طرف سے اطلاع ملی ہے کہ مجلس خدام الاحمدیہ، اطفال الاحمدیہ، لجنہ اماء اللہ اور ناصرات الاحمدیہ کے سالانہ اجتماعات آج سے شروع ہو رہے ہیں، تین دن تک جاری رہیں گے۔ ان سب کو ہم سب کی طرف سے مبارک ہو۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور ان کو بھی جن کے میں نام پڑھ کر سنانے لگا ہوں۔ اللہ ان سب کے اجتماعات مبارک کرے۔

مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کی چھٹی مجلس شوریٰ کل 21 /اکتوبر کو شروع ہو رہی ہے، انشاء اللہ دو دن جاری رہے گی۔ خدام الاحمدیہ سویڈن کا تیرھواں سالانہ اجتماع اور خدام الاحمدیہ بیلجیئم کا چوتھا سالانہ اجتماع کل سے شروع ہو رہا ہے۔ یہ بھی دو دن جاری رہیں گے۔ اللہ ان سب اجتماعات کو بابرکت کرے۔ آمین